32

بڑی سے بڑی قربانیوں کے لئے تیار ہو جاؤ

(فرمودہ ۷ ر ستمبر ۱۹۲۳ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

اگرچہ میری طبیعت اچھی نہیں۔ رات کو بہت تکلیف رہی ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میری ذمہ داریاں اور جماعت کی ضرورت اس بات کی مقتضی ہیں کہ کچھ نہ کچھ اپنی طرف سے جماعت کے معاملات کے متعلق جو دین اور تقوئی و سیاست سے تعلق رکھتے ہیں کم سے کم ہفتہ میں ایک دفعہ ضرور بیان کروں تاکہ جماعت زیادہ ہوشیار ہو جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کئی لوگ ایک کان سے بات سنتے اور دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی بات بتانے سے بہت لوگ ہیں جو اگر غافل ہوں تو ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اگر ہوشیار ہوں تو اور زیادہ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ پس باوجود اس کے کہ بعض لوگوں پر نصیحت کا اثر نہیں ہوتا مگر پھر بھی نصیحت کے نیک نتائج ضرور نکلتے ہیں۔

اس وقت میں اختصار کے ساتھ جماعت کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری جو ذمہ داریاں ہیں وہ اس بات کو چاہتی ہیں کہ ہماری قربانیاں بہت زیادہ ہوں اور بہت بڑھی ہوئی ہوں۔ جب تک تمام کے تمام افراد اپنے ذاتی خیالات اور ذاتی فوائد کو قربان کرکے ایک غرض و غائت پر جمع نہیں ہونگے۔ تب تک وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتے اور نہ قائم رہ سکتے ہیں۔ میں تمہارے حالات کو خوب جانتا ہوں کیونکہ میں بھی تمہاری طرح کا ہی انسان ہوں۔ میرے بھی وہی حالات اور میری بھی وہی ضروریات ہیں جو تمہارے حالات اور تمہاری ضروریات ہیں۔ میں کوئی غیر جنس نہیں تمہاری ہی جنس کا ہوں۔ اس لئے میں تمہارے حالات کو خوب سمجھتا ہوں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی قانون رکھا ہے کہ انسان کو سمجھانے کے لئے انسان ہی مقرر کئے جاتے ہیں۔ پھر انسانوں میں بھی آگے اختلاف ہوتا ہے۔ مشرق کے رہنے والے مغرب والوں کی بات نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں ہماری بات درست ہے اور مغرب والے مشرق والوں کی نہیں مانتے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ قانون رکھا

ہے کہ سب سے پہلی قوم جس کو مخاطب کرنا ہوتا ہے۔ انہیں میں سے ایک شخص کو چنتا ہے۔

دیکھو تم میں جو شخص آیا وہ تمہاری سی عادات تمہارے سے ہی خیالات رکھتا تھا۔ اور اس کے بعد جس کے سپرد جماعت کا انتظام کیا گیا وہ بھی تمہاری طرح کا ہی انسان ہے۔ پس تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تم ہمارے حالات کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری مجبوریوں اور ہماری ضروریات کو نہیں سمجھتے بلکہ جن حالات و مشکلات میں سے تم گزرتے ہو انہیں حالات میں سے میں بھی گزرتا ہوں۔ تمہارے لئے جو مشکلات ہو سکتی ہیں۔ بعینہٖ وہ میرے لئے بھی ہو سکتی ہیں کیونکہ اسی کل کا میں بھی جز ہوں جس کی تم ایک جز ہو۔ پس میں اگر تم کو کوئی نصیحت کرتا ہوں تو صرف اسی لحاظ سے نہیں کہ میں امام اور خلیفہ ہوں بلکہ میں اس لحاظ سے بھی نصیحت کرتا ہوں کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہونے کی وجہ سے تمہاری مشکلات اور تمہارے حالات کو سمجھتا ہوں۔ میں اس شخص کی طرح نصیحت کرتا ہوں جو خود ان مصائب و مشکلات سے گزر رہا ہو۔ جن میں سے تم گزر رہے ہو۔ پس میری نصیحت محض حاکمانہ نہیں ہے بلکہ اس حیثیت کے علاوہ کہ جو میری خلافت کے لحاظ سے حیثیت ہے میری انسانی حیثیت زیادہ محرک ہوتی ہے کہ میں تمہیں خطرات سے آگاہ کروں۔ بہت دفعہ میرے اندرونی احساسات ان کاموں کے کرنے کا حکم دینے سے روک دیتے ہیں جو بلحاظ خلافت کے کرانے چاہئیں اور ان کی بجائے میں ان حالات کے ماتحت تمہیں کچھ کہتا ہوں جو بلحاظ تمہاری طرح ایک انسان ہونے کے کہنا چاہیئے اور ان احکام کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ ابھی مجھے کچھ ٹھہرنا ہے۔

پس یہ بات درست نہیں کہ میں بحیثیت ایک خلیفہ ہونے کے ہر ایک کو حکم دیتا ہوں بلکہ ایک انسان اور پھر ہندوستانی ہونے کے لحاظ سے کئی باتیں کہتا ہوں۔ پس وہ چیز جو میرے ایسے احکام کا باعث ہوتی ہے وہ زیادہ تر ہندوستانیت اور انسانیت ہوتی ہے۔ اس حقیقت کے انکشاف کے بعد میں پھر ان دو خطبوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو پچھلے دو جمعوں میں میں نے بیان کئے ہیں۔ میں نے ان میں یہ بات بیان کی تھی کہ مومن کو دینی کام کس طرح کرنے چاہئیں اور میں نے یہ شکوہ کیا تھا کہ اکثر مومن اپنے فرائض ادا نہیں کرتے۔ یا تو وہ اس بات کے متمنی ہوتے ہیں کہ ان کو کوئی یاد دلائے یا اس بات کے متمنی ہوتے ہیں کہ انہیں کوئی نہ یاد دلائے یہ دونوں قسم کے لوگ خطرناک مقام پر ہیں۔ جو لوگ اس مقام پر ہیں کہ وہ اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ انہیں کوئی یاد دلائے وہ خطرہ میں ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی یاد نہ دلائے وہ زیادہ خطرہ میں ہیں۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کوئی ماں اس بات کا انتظار نہیں کرتی کہ کوئی اسے یاد دلائے کہ تو اپنے بچہ کو دودھ پلا۔ اور کوئی زمیندار اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ کوئی اسے آکر کہے کہ تو اپنی زمین میں ہل چلا کر بیج ڈال۔ وہ کسی کے یاد دلانے کی کیوں نہیں انتظار کرتے اس لئے کہ اس ماں کا وہ اپنا بچہ ہوتا

ہے اور زمیندار کا اپنا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن جو دیندار ہے دین کا کام اس کا اپنا کام ہے اسے دین کے کام اسی طرح کرنے پڑیں گے جیسے اپنے اور اس کا فرض ہے کہ وہ کام کرتا چلا جائے۔ ہاں جس جگہ اسے روک دیا جائے وہاں وہ رک جائے لیکن جب تک اسے کسی خاص جگہ پر کام کرنے سے نہ روکا جائے تب تک اس کا فرض ہے کہ وہ کام کرتا جائے جیسے کوئی کہے کہ میں ہر وقت عبادت کروں گا۔ تو یہ درست نہیں کیونکہ بعض وقتوں پر عبادت کرنا منع ہے۔ اسی طرح کوئی ہمیشہ روزہ رکھے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ روزہ رکھنے سے روک دیا۔ مگر مومن کی یہی خواہش ہونی چاہیئے کہ وہ ہر وقت عبادت کرے اور ہر روز روزہ رکھے۔ آگے خداتعالیٰ خاص وقتوں میں روک دے تو یہ علیحدہ بات ہے اسی طرح ایک مومن کہ جس کو خلیفہ یا امام خداتعالیٰ کی طرف سے کہے کہ فلاں کام میں تم نے دخل نہیں دینا تو اس سے اسے رک جانا چاہیئے لیکن وہ کام جن سے اسے نہ روکا جائے ان میں اسی طرح اور اسی جوش سے لگا رہے جس طرح اور جس جوش سے وہ اپنے کام کرتا ہے۔ اس مقام سے جو شخص نیچے ہے وہ شخص خطرے سے خالی نہیں اور درحقیقت وہ دیندار نہیں۔

حقیقی مومن وہی ہے جو دین کے کام اپنے کام سمجھ کر کرتا ہے ہاں ان کاموں کے لئے مشورہ لے سکتا ہے۔ جب کام کے خراب ہونے کا خطرہ ہو تو ایسے وقت میں وہ انتظام کی درستی کے لئے دوسروں سے مشورہ تو لے سکتا ہے تاکہ زیادہ عمدگی سے کام کر سکے۔ لیکن یہ نہیں کہ وہ بیٹھا رہے اور دوسروں کے مشورہ دینے اور یاد دلانے کی انتظار کرتا رہے۔ ایسا شخص جو دوسروں کے یاد دلانے کا محتاج ہو اس سے ہرگز یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ ذمہ واری کو اٹھا سکے اور کوئی کام کر سکے گا۔ جب وہ لوگ بھی جو لمبی زندگی کے مستحق تھے وہ بھی زندہ نہ رہے تو اور کون ہے جو یہ خیال کر سکے کہ اسے لمبی عمر مل جائے گی اور اگر ابھی تک اس نے کچھ نہیں کیا تو پھر کر لے گا۔ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وجود تھا جو ہمیشہ زندہ رہنے کا مستحق تھا اور یہ کوئی آج مثال کے طور پر بات نہیں بیان کی جا رہی بلکہ صحابہ کا بھی یہی خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود ہمیشہ رکھنے کے قابل ہے مگر آپ بھی فوت ہو گئے۔ پھر ہمارے زمانہ میں اگر کوئی شخص اس لائق تھا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے تو وہ حضرت مسیح موعود کا وجود تھا۔ آپ کی بظاہر ابھی ضرورت تھی کہ ظاہر میں بھی دجال کو قتل کریں اور صلیبی فتنہ کو ظاہر میں بھی پاش پاش کریں لیکن وہ بھی دنیا سے چلے گئے اگر لمبی عمر ہی حضرت صاحب کو دی جاتی تب بھی عیسائیت کا فتنہ ظاہر میں بھی پاش پاش ہو جاتا کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن کی عمریں دو سو سال سے اوپر ہوئیں۔ اور تاریخی انسانوں کی عمریں ایک سو اسی برس تک کی ثابت ہیں۔ اس لحاظ سے اگر آپ کو سو سال

اور زندہ رکھا جاتا تو یہ فتنے ظاہر میں فرو ہو جاتے۔ کیونکہ جو آپ کی پیشگوئیاں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی فتنہ سو سال کے اندر اندر پاش پاش ہو جائے گا چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ تیسری نسل کے آنے تک مسیحیت کا فتنہ پاش پاش ہو جائے گا اور تین نسلوں کے لئے ایک سو سال کا عرصہ لگتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر حضرت مسیح موعود ایک سو سال اور زندگی پاتے تو یہ فتنہ پاش پاش ہوتا۔ پھر ان کے بعد جس شخص کے ذمہ بوجھ رکھا گیا۔ اس نے بھی وہ بوجھ اٹھایا اور نہایت عمدگی سے نباہا۔ اس نے ثابت کر دیا کہ وہ اہل ترین تھا بوجھ کے اٹھانے کے لئے اور وہ عالم ترین تھا جماعت میں سے۔ اور حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے میں سب سے پہلے تھا۔ مگر وہ بھی جماعت کو پورے طور پر نشو نما پاتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ اور اس عمر میں فوت ہو گیا کہ جس عمر کے کئی لوگ اس کے بعد زندہ رہے۔ تو جب ہمیشہ رہنے اور لمبی عمریں پانے کا استحقاق رکھنے والے فوت ہو جاتے ہیں تو دوسرے لوگوں کی زندگیوں کا کیا اعتبار ہے جو مستحق نہیں ہیں۔ اور اگر پہلے لوگوں کے اٹھنے کے بعد ایسے لوگ نہ ہوں جو سلسلہ کا بوجھ اٹھائیں تو کس قدر دکھ کی بات ہے۔

پس ہماری جماعت اس وقت ترقی کر سکتی ہے جب ایسے لوگ تیار ہوں جو قطعاً" کسی مشکل اور تکلیف کی پروا نہ کرنے والے ہوں اور نہ وہ اس بات کی پروا کرنے والے ہوں کہ کوئی انہیں یاد دلائے بلکہ وہ ہر ممکن قربانی کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور پھر ہر بیرونی دشمن کے مقابلہ میں خطرناک سے خطرناک قربانیوں کے لئے تیار ہو جائیں۔ مگر میں نے بتایا ہے کہ یہ بات ہماری جماعت میں ابھی بہت کم ہے۔ بے شک اخلاص والے نظر آتے ہیں مگر وہ نہیں نظر آتے جن کا اخلاص اس مقام پر پہنچ گیا ہو کہ جو خطرناک قربانیوں کے لئے تیار ہوں اور کسی کی یاد دہانی کے محتاج نہ ہوں کیونکہ خالی ایمان اور خالی اخلاص ترقی کا موجب نہیں ہوتا۔ پس جب تک ایسے مخلص نہ ہوں تب تک ہماری جماعت کی حفاظت نہیں ہو سکتی اور وہ ہر وقت خطرہ میں ہے۔

بعض قومیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا کوئی محافظ نہ بھی ہو تب بھی وہ گرتی پڑتی دنیا میں قائم رہتی ہیں اور مٹتی نہیں۔ ایسی قوموں کے افراد کروڑوں کی تعداد میں ہوتے ہیں جن کا مٹانا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً ہندو ہیں۔ وہ کئی کروڑ کی تعداد میں ہیں۔ اسی طرح عیسائی ہیں پھر مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔ باوجود اس کے کہ ان کا کوئی امام نہ تھا۔ وہ کسی کی اطاعت اور فرمانبرداری نہیں کرتے تھے۔ مگر پھر بھی وہ قائم رہے۔ مگر تمہاری تعداد جو ہے اس کے لحاظ سے تو تم بغیر کسی زبردست انتظام اور زبردست قربانیوں کے دس سال بھی زندہ نہیں رہ سکتے اگر زبردست انتظام نہ ہو گا اور زبردست قربانیاں نہ ہونگی۔ تو پھر دو ہی صورتیں ہونگی۔ یا تو تم غم و غصہ میں کڑھ کڑھ کر مر جاؤ گے۔ یا پھر احمدیت کا نام اپنے اوپر سے ہٹا دو گے اور دوسروں میں شامل ہو جاؤ گے۔

کیا اس بات کا خیال کر کے تمہارے اندر درد نہیں پیدا ہوتا۔ تم اپنی موجودہ حالت کو نہیں دیکھتے اور تم نہیں جانتے کہ تمہاری کیا حالت ہے اور تمہارا کیسا مستقبل ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ تم بہت کام کر رہے ہو حالانکہ تم کچھ نہیں کر رہے۔ وہ اور ہی ذرائع ہیں جن سے کام ہو رہا ہے اور تم ان ذرائع اور ان ہاتھوں کو نہیں جانتے جو اصل میں کام کر رہے ہیں۔ ان ذرائع کو جو کام کر رہے ہیں اگر کھینچ لیا جائے تو تم کچھ بھی نہیں کرتے اور تمہارا مستقبل نہایت ہی خطرناک و تاریک ہے۔ دیکھو باقی قومیں تو اپنے نام تبدیل کر کے قائم رہ سکتی ہیں لیکن تم اپنا نام تبدیل کر کے قائم نہیں رہ سکتے۔ آریہ لوگ تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کی ہستی خطرہ میں ہے تو انہوں نے اپنا نام چھوڑ کر ہندو نام اختیار کر لیا۔ مگر تم بتاؤ کہ تم اپنی زیست کے لئے کیا انتظام کرو گے۔ آریوں نے تو کہدیا کہ ہم آریہ نہیں۔ کیا تم بھی کہہ سکتے ہو کہ ہم احمدی نہیں۔ جس وقت تم احمدیت سے انکار کرو گے اسی وقت تمہارا خدا سے جو تھوڑا بہت تعلق ہے قطع ہو جائے گا اور تم اس طرح ہو جاؤ گے جیسے سمندر میں اڑتا ہوا پتّا۔ یا اس شخص کی طرح ہو جاؤ گے جو ایک اعلیٰ مقام سے گر کر تحت الثریٰ میں چلا جائے کیونکہ تمہاری اغراض تو تمہارے نام کے اندر ہی پوشیدہ ہیں۔ اس کو چھوڑ کر تم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہو آریہ خواہ اپنے آپ کو آریہ نہ بھی کہیں تب بھی قائم رہ سکتے ہیں اور وہ اپنے نام کی تبدیلیوں سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں لیکن تم نہیں بچا سکتے۔ پس ذرا تو اس بات کو سوچو کہ آخر تم کس بات پر مطمئن ہو۔ جب تک تم میں سے ہر شخص اپنے ذاتی آرام اور ذاتی فوائد کو قربان نہ کرے تب تک تم کسی طرح بھی محفوظ نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک اس قسم کے وجود تیار نہ ہوں۔ جن کے اطوار و عادات سلسلہ کے مطابق ہوں تب تک تم ترقی نہیں کر سکتے۔ پس اس وقت کو پہچانو اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ تم اپنے اندر کی روح کو پیدا کرو کہ جس سے خدا کے فضل لمبے ہو جائیں۔ خدا اس وقت اپنے فضلوں کو کھینچ لیتا ہے جب اس کے بندے ان فضلوں سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ وہ ایک زمانہ تک مہلت دیتا ہے کہ یہ بندے خود کچھ کریں تب میں فضل کروں۔ لیکن جب انسان کچھ نہ کرے تو خدا کے فضل سے محروم ہو جاتا ہے۔

میں نے پچھلے دنوں میں منذر خوابیں دیکھی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ آئندہ جماعت پر کچھ ابتلا آنے والے ہیں۔ افسوس ہے کہ میں مثالوں کے ساتھ اس مضمون کو واضح نہیں کر سکتا۔ ورنہ تمہیں بتاؤں کہ تم میں قربانی کا وہ مادہ نہیں جس کی ضرورت ہے۔ پس خدا کے فضلوں کے چھینے جانے سے اپنی حفاظت کرو۔ اور یاد رکھو جو شخص سلسلہ کی حفاظت کرتا ہے خدا اس کا محافظ ہو جاتا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے اندر تبدیلی پیدا کر کے خدا کے تازہ انعامات کے مستحق بنیں نہ یہ کہ پہلے انعاموں کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھیں اور کبھی اس کی ناراضگی

کے موجب نہ ہوں۔ بلکہ ہمیشہ اس کے فضلوں کے وارث بنیں۔

(الفضل ۱۴؍ ستمبر ۱۹۲۳ء)

۱۔ مسند احمد بن حنبل جزء ۴ ص ۴۱۴